***Journal of Religion & Society* (JR&S)**
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Causes of Revelations in View of the Classical Scholars and Post-Classical Scholars

اسباب نزول کے بارے میں متقدمین ومتاخرین کا نکتہ نظر

Faheem Ullah
PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies & Research
University of Science & Technology, Bannu
Dr. Abdul Qadoos (Corresponding Author)
Associate Professor, Department of Islamic Studies & Research
University of Science & Technology, Bannu

Abstract

*This article explores the differing perspectives of early (متقدمین) and later (متاخرین) Islamic scholars on the concept of **Asbāb al-Nuzūl** (causes of Qur'anic revelation). The early scholars, primarily from the first three centuries of Islam, relied heavily on transmitted reports (Riwāyāt) from the Companions and their Followers without engaging in extensive analytical critique. Their methodology focused on preserving narrations with minimal interpretation or contextual analysis. In contrast, the later scholars adopted a more critical and investigative approach. They not only examined the chains of transmission (Isnād) but also applied principles of textual analysis (Dirāyah), historical context, and linguistic reasoning. These scholars, such as al-Wāhidī and al-Suyūṭī, produced comprehensive works that systematized and evaluated various reports on the occasions of revelation. The article highlights this methodological evolution, illustrating the transition from purely narrative transmission to a more holistic, scholarly framework in understanding Qur'anic revelation.*

***Keywords:** Qur'anic revelation, Mutqaddimīn (Classical Scholars), Muta'akhkhirīn (Post-Classical Scholars), Narrated reports (Riwāyāt), Isnād (chain of Transmission), Dirāyah (Textual analysis), Historical context, Linguistic reasoning, Methodological evolution*

تعارف (Introduction)

اسبابِ نزول قرآن فہمی کا ایک اہم اور نازک موضوع ہے۔ اس سے مراد وہ واقعات یا سوالات ہیں جن کی وجہ سے قرآن مجید کی کوئی آیت یا آیات نازل ہوئیں۔ مفسرین نے قرآن مجید کی تشریح میں اسبابِ نزول کو بڑی اہمیت دی ہے، کیونکہ یہ قرآن مجید کی سیاق وسباق کے مطابق صحیح تفسیر میں مدد دیتا ہے۔

متقدمین سے مراد وہ علماء ومفسرین ہیں جو ابتدائی صدیوں (پہلی تین صدیوں) میں اسلام کے دورِ سلف میں رہے، مثلاً: **ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، عکرمہ، قتادہ، سعید بن جبیر، ابن سیرین** اور بعد میں **امام طبری (م310ھ)، امام واحدی (م468ھ)** وغیرہ۔

امام واحدی کی کتاب" **أسباب النزول** "مشہور متقدمین کی کاوش ہے، جس میں انہوں نے بہت سی آیات کے اسباب ذکر کیے۔

متاخرین سے مراد وہ علماء ہیں جو پانچویں صدی ہجری کے بعد آئے، مثلاً: **امام ابن تیمیہ(م728ھ)، امام سیوطی(م911ھ) علامہ زرکشی، ابن عاشور، علامہ شبلی نعمانی، مولانا امین احسن اصلاحی ۔**

امام سیوطی کی کتاب" **لباب النقول فی أسباب النزول** "اس میدان کی مشہور متاخرین کی کاوش ہے۔

1: متقدمین

متقدمین کے لغوی معنی پہلے گزرے ہوئے لوگ، جبکہ اصطلاح میں متقدمین سے مراد وہ علماء اور محدثین ہیں جو اسلام کے ابتدائی تین صدیوں (1ھ سے 300ھ) میں گزرے ہوں۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ان کے بعد کے ابتدائی محدثین وفقہاء۔ مثلاً: امام ابو حنیفہ (150ھ)، امام مالک(179ھ)، امام شافعی(204ھ)۔

متقدمین علماء کا یہ نقطہ نظر ہے کہ اسبابِ نزول قرآن کے فہم اور تفسیر میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔اس کا مقصد صرف تاریخی معلومات فراہم کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ قرآن کے معانی کو صحیح طریقے سے سمجھنے، اس کی عملی تطبیق کو بہتر بنانے اور ہر دور میں قرآن کے پیغام کو مؤثر طریقے سے پہنچانے میں مدد فراہم کرنا ہے۔ اس لیے مختلف علماء نے اسبابِ نزول کو ایک اہم اصول قرار دیا اور اس پر تفصیل سے تحقیق کی۔

قدیم علماء نے اس خیال کا اظہار کیا کہ جو شخص اسباب نزول سے ناواقف ہے اس پر قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنا حرام ہے۔

1: حضرت علیؓ سے روایت ہے: اللہ کی قسم جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس ضمن میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔[1]

2: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ اللہ کی قسم جو آیت بھی نازل ہوئی اس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ وہ کس شخص کے بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی اور کس موقع پر نازل ہوئی۔ اگر مجھے معلوم ہو تا کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ قرآن کا علم رکھتا ہے اور اس تک پہنچنا میرے لئے ممکن ہو تا تو میں ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا۔[2]

بعض علماء نے ہر دو روایتوں میں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ قرآن کی بعض آیات اشیاء کے ضمن میں نازل ہوئیں اور بعض اشخاص کے بارے میں۔ حالانکہ حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ دونوں نے الگ الگ ہر آیت کے سبب نزول کے بارے میں اپنی معلومات کا حلفاً دعویٰ کیا تھا۔ جن علماء نے تطبیق دینے کی کوشش کی ان کا خیال اسباب نزول کے مفہوم کو وسعت دینے کی طرف نہ گیا حالانکہ یہ طریقہ اختیار کرنے سے مذکورہ دونوں روایتوں کی توجیہ بھی ممکن ہے اور قدیم علماء کے نقطہ نظر کی تصدیق بھی کی۔[3]

3: امام واحدی نیشاپوریؒ سبب نزول کے بارے میں لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ایسی آیتیں ہیں اگر ان سے متعلق واقعہ یا ان کا سبب نزول معلوم نہ ہو تو ان کی تفسیر ممکن نہیں اور ان کا مطلب سمجھ نہیں آسکتا۔[4]

---

[1]۔ الصحیح لمسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن أبی طالب، حدیث نمبر 2479۔

[2]۔ الصحیح البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب قول النبی ﷺ: "بئس ما لأحدهم أن يقول نسيت آية كيت وكيت"، حدیث نمبر 5002۔

[3]۔ مولانا گوہر رحمن، علوم القرآن، ج1، ص101، مکتبہ تفہیم القرآن مردان۔

[4]۔ واحدی، اسباب النزول، ص3۔

4: شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: سبب نزول کی پہچان کسی آیت کے فہم وادراک میں مدد دیتی ہے اس لئے کہ سبب کے علم سے مسبب کا معلوم ہونا ایک فطری بات ہے۔[5]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جن آیتوں کے اسباب نزول مختلف روایتوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ان پر نظر ڈالنے سے یہ معلوم کہ چند آیات کو چھوڑ کر ان آیتوں کے مفہوم کو سمجھنا اسباب نزول کے تابع نہیں۔ یعنی ان کا کہنا ہے کہ کسی بھی آیت کے معانی کو سمجھنے کے لئے اسباب نزول کا جاننا ضروری ہے کیونکہ اسباب نزول کے بغیر آیات کا مفہوم سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

5: تقی الدین ابن تیمیہؒ کہتے ہیں: سبب نزول کا بیان کرنا قرآن کے معانی ومفاہیم کو سمجھنے کا قوی ذریعہ ہے اور بعض آیات کی تفسیر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اس کے سبب نزول کا علم نہ ہو۔[6]

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے علم اسباب نزول پر ایک کتاب "لباب النقول فی اسباب النزول" تصنیف کی۔ انہوں نے ابن حجر عسقلانیؒ کی کتاب سے استفادہ کیا۔ وہ اپنی تصنیف کے بارے میں کہتے ہیں: "ہماری تصنیف اختصار اور جامعیت کا شاہکار ہے۔ آج تک اس فن میں ایسی کتاب نہیں لکھی گئی"۔[7]

2: متاخرین

متاخرین کے لغوی معنی بعد میں آنے والے۔ اصطلاح میں اُن اہلِ علم کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو بعد کے ادوار (اکثر قرنِ پنجم ہجری کے بعد) میں آئے ہوں۔ ان علماء نے پہلے علماء کی آرا کو جمع، تجزیہ، تشریح یا تنقید کرتے ہوئے اپنے خیالات پیش کیے۔ امام نووی، ابن قدامہ، علامہ ابن تیمیہ، علامہ شاطبی وغیرہ کو متاخرین میں شمار کیا جاتا ہے۔

علم اسباب نزول کی کتابیں اجمال، ابہام، تاریخ غلطیوں، مبالغوں، کمزور دلائل، منطقی مغالطے اور ایسے ہی بے شمار نقائص سے بھری ہوئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے علماء نے ان پر سخت تنقیدیں کیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر آیت کا سبب نزول مروی نہیں ہوتا ہے۔ ان تمام نقائص اور خامیوں کی اصل وجہ ان علماء کا یہ گمان سمجھا گیا کہ ہر آیت کے لئے کسی نہ کسی سبب نزول کا ہونا ضروری ہے۔ اسباب نزول کو وسعت دے کر قدیم علماء کی تاکید میں یہ کہنا درست ہو سکتا ہے کہ ہر آیت کے لئے سبب نزول کا ہونا ضروری ہے لیکن ہر آیت کے لئے کھینچ تان کر سبب نزول کی تلاش کرنا دراصل ان تمام خوبیوں کا سبب بنا۔

شروع میں اسباب نزول پر اہل علم کا توجہ کا رجحان مختلف تھا، لیکن جیسے جیسے علم تفسیر اور حدیث کی بنیاد پر اجتہادی تحقیقات کی گئیں، اسباب نزول کے بارے میں متاخرین کے نقطہ نظر میں اہم تبدیلیاں آئیں۔

1. **علمی تنقید اور اسباب نزول کی اہمیت:** متاخرین نے اسباب نزول کو نہ صرف ایک تاریخی عنصر کے طور پر بلکہ ایک علمی آلہ کے طور پر استعمال کیا۔ ان کا خیال تھا کہ اسباب نزول کی مدد سے آیات کے مفہوم کو درست طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ اسباب نزول کو احادیث کی روشنی میں دیکھنا متاخرین کے نقطہ نظر کا اہم پہلو تھا۔ یہ ان کے لیے قرآن کی تفسیر اور فہم میں مددگار تھا کیونکہ اس سے آیات کا دائرہ اور اس کا مقصد واضح ہو جاتا تھا۔ متاخرین کے مطابق اسباب نزول کی بہترین وضاحت **احادیث** میں موجود ہے، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اکثر صحابہ کرامؓ کو قرآن مجید

5۔ الاتقان فی علوم القرآن، سیوطی، النوع الثامن والتسعون، معرفۃ اسباب النزول۔

6۔ ایضاً۔

7۔ گوہر رحمن، علوم القرآن، ج1، ص108، مکتبہ تفہیم القرآن مردان۔

کی آیات کے نزول کے اسباب اور ان کے سیاق وسباق کے بارے میں بتایا۔ اس لیے جب کوئی آیت نازل ہوتی، تو صحابہ کرامؓ اس کے بارے میں سوال کرتے اور نبی کریم ﷺ اس کے نزول کی وجہ اور مقصد بیان کرتے۔

ایک مشہور مثال سورۃ **التحریم** کی آیت ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔[8]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے اہلِ خانہ کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔

اس آیت کا سببِ نزول وہ واقعہ تھا جب ام المؤمنین حضرت **حفصہ**ؓ [9] نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک دن روزہ افطار کیا، جس پر بعض دیگر بیویوں کو اعتراض ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی، جو اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اہلِ ایمان کو اپنی جانوں اور اہلِ خانہ کو جہنم کی آگ سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس آیت کا سببِ نزول حضرت حفصہؓ کے واقعہ سے جڑا ہوا تھا، جس سے اس آیت کا مخصوص مفہوم اور مقصد واضح ہوتا ہے۔

امام ابن کثیرؒ کا نقطہ نظر: امام **ابن کثیر**ؒ نے اپنی تفسیر میں اسبابِ نزول کو بہت اہمیت دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اسبابِ نزول کی مدد سے ہم قرآن کی آیات کا مفہوم بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ امام ابن کثیر نے خاص طور پر اس بات پر زور دیا کہ جب آیت کا سببِ نزول معلوم ہو، تو اس کا مفہوم سیاق وسباق کے مطابق زیادہ واضح اور مخصوص ہو جاتا ہے۔ سورۃ **الکہف** میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا۔[10]

ترجمہ: "کیا تم نے یہ سمجھا کہ غار اور کتبے والے لوگ ہماری نشانیوں میں سے کوئی عجیب (نشانی) تھے؟"

یہ آیت **اصحابِ کہف** کے بارے میں ہے اور اس کا سببِ نزول اس وقت کا ایک واقعہ تھا جب کفارِ مکہ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ اصحابِ کہف کی کہانی کیا ہے؟ اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی، جو اصحابِ کہف کی کہانی کو بیان کرتی ہے۔ امام ابن کثیر نے اسبابِ نزول کی مدد سے اس آیت کا صحیح سیاق وسباق اور مفہوم واضح کیا۔[11]

2. اسبابِ نزول اور فہمِ قرآن: اسبابِ نزول کی مدد سے قرآن کی آیات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا ممکن ہوتا ہے، اور یہ علم مفسرین کو قرآن کے متن کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔ اس سے آیات کے مفہوم میں موجود گہرائی کو بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور اس کی فہم میں زیادہ وضاحت آتی ہے۔ اس کے ذریعے ہم یہ بھی جان سکتے ہیں کہ کس آیت کا تعلق کسی مخصوص واقعے یا مسئلے سے تھا، جو اس کی فہم میں مزید

---

[8]۔ القرآن، التحریم 66: 6۔

[9]۔ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر بن الخطاب: پہلا نکاح حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے ہوا، جو غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور بعد میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے نکاح کے لیے کوشش کی، آخر کار اللہ کے رسول ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نہایت عبادت گزار، صابرہ، علم دوست اور قرآن کی حافظہ تھیں۔ قرآن مجید کا پہلا تحریری نسخہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع کیا گیا، وہ آپ کے پاس امانت کے طور پر رکھا گیا تھا۔ حافظ ابن عبد البر، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج4، ص1795، دار الجیل، بیروت۔ امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ج2، ص100، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت۔

[10]۔ القرآن، الکہف 18: 9۔

[11]۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج 1، ص350۔

وضاحت اور گہرائی فراہم کرتا ہے۔اس کی مثال سورۃ الکوثر کی آیت ہے: إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ [12] اس آیت کا لغوی معنی "ہم نے تمہیں کوثر دیا" ہے، لیکن اس کا مفہوم اور گہرائی اس وقت مزید واضح ہوتی ہے جب ہم اس کے اسباب نزول کو جانتے ہیں۔ یہ آیت حضرت محمد ﷺ کو ایک خاص خوشخبری دینے کے لیے نازل ہوئی تھی۔

اسباب نزول : یہ آیت ایک خاص واقعہ کے بعد نازل ہوئی جب بعض مشرکین مکہ نے حضرت محمد ﷺ کا مذاق اُڑایا تھا اور ان کو "ابتر "یعنی بے اولاد کہا تھا۔ان کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ حضرت محمد ﷺ کی اولاد نہیں تھی، اس لیے آپ کا نسب مٹ جائے گا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی اور حضرت محمد ﷺ کو تسلی دی کہ آپ کا نسب اور آپ کی امت ہمیشہ قائم رہے گی۔" **کوثر** "کا لفظ یہاں جنت کی ایک نہر کے طور پر بھی تفسیر کیا گیا ہے، جو جنت میں مسلمانوں کے لیے مخصوص ہے، اور اس کا مفہوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار انعامات اور برکات عطا کی ہیں۔ اس آیت کو اس کے اسباب نزول کے ذریعے سمجھنا اس کی گہرائی اور مفہوم میں مزید وضاحت فراہم کرتا ہے، جو کہ صرف ایک مختصر لفظی بیان سے کہیں زیادہ ہے۔

3. **تعدد اسباب نزول کا نظریہ:** متاخرین کے مطابق بعض آیات کا نزول مختلف اسباب سے ہو سکتا ہے، اور ایک آیت کے مختلف اسباب نزول ہو سکتے ہیں۔یہ نظریہ خاص طور پر ان مفسرین کے درمیان مقبول ہوا جو قرآن کی ہر آیت کی جامع اور مکمل تشریح کے قائل تھے۔اس کے تحت، وہ یہ سمجھتے تھے کہ بعض آیات کی تشریح میں مختلف اسباب نزول کا لحاظ رکھا جائے۔مثلاً:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَلَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ [13]

ترجمہ:"اے ایمان والو!ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر وہ تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔"

کے مختلف اسباب نزول بیان کیے گئے ہیں۔بعض مفسرین کے مطابق یہ آیت صحابہ کے سوالات سے متعلق نازل ہوئی تھی جب انہوں نے نبی ﷺ سے بعض ایسی باتیں پوچھیں جن کا جاننا ضروری نہیں تھا۔

4. **اسباب نزول کے فنی تجزیے کا اضافہ:** متاخرین نے اسباب نزول کو ایک جدید فنی زاویہ سے دیکھا۔انہوں نے اسباب نزول کے تجزیے میں قرآنی نصوص، مروجہ سیرت و تاریخ کے ساتھ ساتھ علمی ذرائع جیسے اسباب نزول کی مختلف روایات، مختلف صحابہ کرام کے بیانات اور اجتہادی تحقیقات کو شامل کیا۔ ایک واضح مثال سورۃ الجمعہ کی آیت میں ملتی ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ [14]

ترجمہ:" پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل (رزق) تلاش کرو، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پا سکو۔"

اسباب نزول : اس آیت کا نزول ایک خاص تاریخی اور سیاسی سیاق میں ہوا تھا۔جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے، تو مختلف جنگوں اور سیاسی حالات کی بنا پر ان کے لیے حالات مشکل ہو گئے تھے۔اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب جنگ کی تیاریاں یا جہاد کا کوئی مسئلہ ہوتا تو بعض صحابہ کرام جنگ میں حصہ لینے کی بجائے اپنی نمازوں اور عبادات میں مشغول ہو جاتے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی

---

[12]۔القرآن، الکوثر108: 1۔

[13]۔القرآن، المائدۃ5: 101۔

[14]۔القرآن، الجمعۃ62: 10۔

تاکہ وہ جنگ یا کسی بھی دینی مقصد میں شرکت کرتے ہوئے نماز اور عبادات کے امور کو نہ بھولیں۔ اس کا مقصد اس وقت کے مسلمانوں کی جہادی سرگرمیوں میں توازن قائم کرنا تھا تاکہ دنیاوی اور دینی امور کا اعتدال برقرار رہ سکے۔

مفسرین کی جدید تحقیق : متاخرین مفسرین جیسے ابن عاشور[15]، الشاطبی[16] نے اس آیت کو جدید زاویے سے دیکھا۔ انہوں نے اسباب نزول کے مختلف پہلوؤں کا تجزیہ کیا اور اس میں محض تاریخ کو نہیں بلکہ معاشی، سیاسی، اور معاشرتی تناظر کو بھی مد نظر رکھا۔ انہوں نے مختلف صحابہ کرام کے بیانات کا تجزیہ کیا جن میں سے بعض نے ذکر کیا کہ آیت کا نزول کس مخصوص موقع پر ہوا تھا جب جنگ کے میدان میں مسلمانوں کو اپنی عبادات اور دینی ذمہ داریوں کے حوالے سے کچھ الجھنیں تھیں۔

اجتہادی تحقیقات: ایک اور اہم پہلو جو جدید مفسرین نے اسباب نزول کے تجزیے میں شامل کیا وہ اجتہادی تحقیق ہے۔ ان مفسرین نے اس آیت کو نہ صرف اس کے تاریخی سیاق میں دیکھا بلکہ اس کی دینی اہمیت کو اجتہاد کی روشنی میں بھی سمجھا۔ یعنی اس آیت میں جو توازن اور اعتدال کا پیغام دیا گیا تھا، وہ نہ صرف اُس وقت کے حالات میں ضروری تھا بلکہ آج کے دور میں بھی ہمیں دینی اور دنیاوی امور میں توازن برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً: متاخرین مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بتایا کہ آج کے دور میں جب مسلمان کسی بھی دینی یا سیاسی مقصد کے لیے کوشاں ہیں، تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ اپنی عبادات اور دینی فرادیات کو نظرانداز نہ کریں۔ اس طرح یہ آیت محض ایک تاریخی واقعہ کے حوالے سے نہیں، بلکہ موجودہ حالات کے حوالے سے بھی ایک رہنمائی فراہم کرتی ہے۔

5. **تلاش اسباب نزول کے جدید طریقے:** متاخرین نے اسباب نزول کو صرف ظاہری واقعات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے اندر چھپے ہوئے استعاراتی، علامتی یا مفہومی اسباب کو بھی تلاش کیا۔ ان مفسرین نے قرآن کی آیات کی مختلف سطحات پر نظر ڈالنے کی کوشش کی اور اسباب نزول کی نئے زاویوں سے تفصیل پیش کی۔ اس کے لیے انہوں نے نہ صرف روایات کو مد نظر رکھا بلکہ فلسفیانہ، لغوی اور تفسیری نقطہ نظر کو بھی اہمیت دی۔ مثلاً:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝ مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ ۝ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ۝ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ[17]

ترجمہ: اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔ جو بہت مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ روزِ جزا (یعنی قیامت کے دن) کا مالک ہے۔ (اے اللہ!) ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد

15۔ ابن عاشور: محمد الطاہر بن محمد بن محمد الطاہر بن عاشور، ابن عاشور رحمہ اللہ 20ویں صدی کے **بڑے مفسرین، فقہاء اور اصولیین** میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ **مالکی فقہ** کے عالم اور **جامع الزیتونہ (تونس)** کے شیخ الجامعہ (رئیس) بھی رہے۔ ان کی شخصیت اسلام کی **روایتی فقہ** اور **عقلی تجدیدی فکر** کی نمائندگی کرتی ہے۔ محمد الطاہر بن عاشور، التحریر والتنویر، ج 1، ص 10، مقدمہ، دار سحنون، تونس۔ د. محمد الحبیب بلخوجہ، الشیخ محمد الطاہر بن عاشور: حیاتہ وآثارہ، ص 25، ناشر دار الغرب الاسلامی، بیروت۔

16۔ شاطبی: ابو اسحاق ابراہیم بن موسی بن محمد لخمی غرناطی شاطبی۔ امام شاطبی رحمہ اللہ **اصولِ فقہ، قراءات، اور مقاصدِ شریعت** کے عظیم امام تھے۔ ان کا سب سے بڑا علمی کارنامہ "**الموافقات** " ہے، جس میں انہوں نے **مقاصد الشریعہ** کو باقاعدہ علمی بنیادوں پر پیش کیا، جو بعد کے تمام علماء کے لیے ایک بنیاد بنی۔ الشاطبی، الموافقات فی أصول الشریعہ، **محقق** : د. عبد اللہ دراز، ج 1، ص 15، دار المعرفہ، بیروت۔ د۔ احمد الریسونی، الشافعی والشاطبی دراسۃ مقارنہ، ص 95، المعہد العالمی للفکر الاسلامی۔

17۔ القرآن، الفاتحہ 1: 1 تا 7۔

چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تُو نے انعام فرمایا، نہ کہ ان پر جن پر غضب نازل ہوا اور نہ ہی گمراہوں کا۔

یہ سورت قرآن مجید کی سب سے اہم سورت ہے اور ہر نماز میں پڑھی جاتی ہے۔ اس کے نزول کی ظاہری وجہ اور اسباب نزول کے بارے میں مفسرین نے مختلف تفاسیر پیش کی ہیں، لیکن متاخرین مفسرین نے اس کے مفہوم اور استعاراتی پہلوؤں پر گہری نظر ڈالی۔

اسباب نزول: ظاہری طور پر سورۃ الفاتحہ کی آیات کا نزول نماز کے آغاز میں مسلمانوں کی ہدایت کے لیے تھا، تاکہ وہ اللہ سے درخواست کریں کہ انہیں سیدھے راستے پر گامزن رکھے۔ لیکن اس کا مفہوم صرف ظاہری نہیں بلکہ اس میں استعاراتی اور علامتی معانی بھی ہیں۔

استعاراتی اور فلسفیانہ زاویہ: متاخرین مفسرین جیسے **ابن عاشور** اور **فخر الدین الرازی**[18] نے اس سورت کی آیات کو فلسفیانہ اور علامتی زاویے سے دیکھا۔ انہوں نے "**الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ**" کو صرف ایک سیدھا راستہ نہیں سمجھا بلکہ اس کو زندگی کی صحیح فکری، روحانی اور اخلاقی راہوں کی علامت قرار دیا۔ ان کے نزدیک "الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" نہ صرف ایک دینی راستہ ہے بلکہ اس میں انسان کی سچائی، انصاف اور علم کا بھی مفہوم موجود ہے۔ "**الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ**" کی صفات بھی صرف اللہ کی رحم دلی کو ظاہر نہیں کرتیں، بلکہ یہ ایک علامتی زبان میں انسان کی ضرورت کو پورا کرنے کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اللہ اپنی تمام مخلوق پر اپنی رحمت کا نور ڈالتا ہے۔ یہاں "**الرَّحْمَٰنِ**" اور "**الرَّحِيمِ**" کے الفاظ سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی رحمت انفرادی اور اجتماعی سطح پر موجود ہے اور اس میں ہر انسان کی فلاح کا پیغام ہے۔

لغوی تجزیہ: "الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ" کی لغوی تفصیل میں بھی مفسرین نے اہم باتیں بیان کیں۔ "**حمد**" کے لفظ کو صرف تعریف و توصیف کے طور پر نہیں لیا گیا، بلکہ اس کا مطلب یہ بھی سمجھا گیا کہ "**حمد**" میں تشکر اور شکر گزاری کی روح بھی پوشیدہ ہے، جو انسان کی اللہ کے ساتھ تعلق کی گہرائی کو بیان کرتی ہے۔ "**رب**" **کا لفظ** بھی محض ایک خالق کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ اس میں "پالنے والا" اور "مددگار" کے مفہوم بھی شامل ہیں، جو انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں میں اللہ کے کردار کو بیان کرتا ہے۔

تفسیری نقطہ نظر: متاخرین نے سورۃ الفاتحہ کے نزول کو صرف کسی خاص واقعہ یا حالت سے نہیں جوڑا بلکہ اس کے ذریعے قرآن کی تفسیر کے تمام ابواب کو شامل کرنے کی کوشش کی۔ **ابن کثیر** اور **قرطبی**[19] جیسے مفسرین نے کہا کہ سورۃ الفاتحہ کی آیات ہر مسلمان کی روزانہ کی عبادات

---

[18]۔ فخر الدین رازی اسلامی دنیا کے بڑے عالم، مفسر، فلسفی، اور متکلم تھے۔ ان کا علمی دائرہ قرآن، حدیث، فلسفہ، کلام، طب، اور منطق تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف **تفسیر الکبیر (المفاہیم والحقائق)** ہے جو قرآنی تفسیر کی دنیا میں ایک انمول خزانہ ہے۔ ان کی تفسیر میں فلسفہ، کلام، اور منطق کے زاویے سے قرآنی آیات کی گہری تشریح ملتی ہے۔ فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر (المفاہیم والحقائق)، ج1، ص 1تا15، مقدمہ، ناشر: دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ڈاکٹر سید جعفر حسین، عظیم مفسر: فخر الدین رازی، ص25، ادارہ تحقیق اسلامیہ لاہور۔

[19]۔ امام قرطبی عبد الرحمن بن احمد بن محمد القرطبی ایک عظیم مفسر، فقیہ، اور عالمِ حدیث تھے۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر میں اپنی منفرد اور جامع تحقیق سے اسلامی علوم میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ ان کی تفسیر کو "الجامع لأحکام القرآن" کہا جاتا ہے جو فقہ، حدیث، لسانیات، اور تفسیر کا ایک شاہکار ہے۔ عبد الرحمن بن احمد القرطبی، الجامع لأحکام القرآن، ج1، ص1 تا 20 (مقدمہ)، دار صادر، بیروت۔ ڈاکٹر محمد شفیع، تاریخ علماء تفسیر، ص115، ناشر: ادارہ علوم اسلامی، لاہور۔

میں اللہ سے رابطے کا ذریعہ ہیں، اور یہ آیات قرآن کی باقی تفسیر کی بنیاد بن گئیں۔ سورۃ الفاتحہ میں **"صراط"** کی طلب دراصل ایک فکری اور روحانی تجدید کی کوشش ہے، جو انسان کی مستقل جستجو کا عکاس ہے۔

علامتی اور مفہومی اسباب: متاخرین مفسرین نے اس سورت کو "ہدایت" کی آیات کے طور پر دیکھا، جو انسان کو خودی کے راستے سے آگاہ کرتی ہیں اور اس کی روحانی فلاح کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس کے نزول کو ایک بظاہر عام عبادت کے طور پر دیکھا گیا لیکن اس میں انسان کی فطرت، اخلاقی تربیت، اور اس کی معاشرتی ذمہ داریوں کا بھی مفہوم چھپا ہوا تھا۔

خلاصۃ البحث

مذکورہ تفصیلی بحث کی روشنی میں یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ متقدمین اسبابِ نزول کے تعین میں زیادہ تر صحابہ و تابعین کی روایات پر انحصار کرتے تھے۔ اس دور میں روایت پر اعتماد زیادہ تھا، اس لیے اسبابِ نزول بیان کرنے میں سخت سندی تحقیق نہیں کی جاتی تھی۔ بعض اوقات ایک واقعے کو ہی سببِ نزول کہا گیا، اگرچہ وہ آیت کے عمومی مفہوم کا ایک مصداق ہوتا تھا۔ ایک آیت کے بارے میں کئی اسبابِ نزول بیان کیے جاتے، جو یا تو مختلف مواقع تھے یا مختلف اجتہادات۔

جبکہ اس کے برعکس متاخّرین نے اسبابِ نزول کی روایتوں کو پرکھنے کے لیے **سند، متن،** اور **سیاق وسباق** کا استعمال کیا۔ وہ یہ فرق کرتے ہیں کہ آیا آیت کا نزول کسی خاص واقعے پر ہوا لیکن اس کا حکم عام ہے یا مخصوص۔ بعد کے علمانے ان روایات کو تنقید کا نشانہ بنایا جو سنداً یا عقلاً ضعیف تھیں۔ متاخّرین نے اس علم کی باقاعدہ تعریف اور اصول مدون کیے جیسے: ما نزلت الآية لأجله وقت وقوعه (یعنی جس وجہ سے آیت نازل ہوئی)۔ انہوں نے اسبابِ نزول کو ناسخ و منسوخ، تفسیر، اور احکامِ شریعت کی تفہیم میں کلیدی ذریعہ مانا۔

الغرض علمِ اسبابِ نزول کے سلسلے میں متقدّمین کا کردار **اساسی و بیانی ہے**، جب کہ متاخّرین کا کردار **تحقیقی و تنقیدی**۔ دونوں کا امت کو فائدہ یہ ہوا کہ جہاں ہمیں نزولِ قرآن کے تاریخی واقعات کا علم ملا، وہیں قرآن کے احکام کو سیاق وسباق کے مطابق بہتر طریقے سے سمجھنے کی راہیں بھی کھلیں۔